اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

80

نمبر ٹیلیفون ۹۱

قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

تار کا پتہ الفضل قادیان

الفضل

خطبہ نمبر

روزنامہ

THE DAILY

ALFAZL, QADIAN.

جلد ۲۶ | مورخہ ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ | یوم جمعہ | مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء | نمبر ۱۷

خطبہ جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنے آپکو اللہ تعالےٰ کی صفاتِ ربوبیت رحمانیت رحیمیت اور مالکیتِ یوم الدین کے مظہر بناؤ

جن امور میں حکومت مداخلت نہیں کرتی اُن میں اسلامی شریعت کا قیام ہمارا اوّلین فرض ہے

ازحضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۴ جنوری ۱۹۳۸ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

جلسہ سالانہ پر اور اس سے پہلے جو خطبات میں نے بیان کئے ہیں۔ ان میں مَیں تحریک جدید کے بعض حصوں کے متعلق بیان کرتا رہا ہوں۔ اور آج دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ انسان جب تک خود اپنے سے دشمنی نہ کرے۔ اس وقت تک کوئی اس سے دشمنی نہیں کر سکتا۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شخص

اپنا دشمن

نہیں ہوتا۔ دنیا میں اس کا کوئی دشمن نہیں ہوتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ جو شخص سچے طور پر اپنے نفس کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ وہ لازماً باقی دنیا کا بھی خیر خواہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک لازمی بات ہے۔ کہ جو شخص دنیا کا خیر خواہ ہوتا ہے دنیا ضرور اس سے دشمنی کرتی ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ کوئی شخص اپنے

نفس کا خیر خواہ

ہو۔ اور دنیا کا بدخواہ ہو۔ اور پھر یہ بھی ممکن نہیں۔ کہ کوئی شخص دنیا کا خیر خواہ ہو۔ اور دنیا اس کی بدخواہ نہ ہو۔ جو شخص بھی دنیا کی خیر خواہی کرے۔ لازماً دنیا اس کی دشمن ہوتی ہے۔ اور جب میں نے یہ کہا۔ کہ کوئی اس سے دشمنی کر نہیں سکتا۔ تو میری مراد اس سے یہ ہے۔ کہ اس کے ساتھ دنیا کی دشمنی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جس قدر انبیاء دنیا میں آئے ہیں۔ وہ سب سے پہلے اپنے نفس کے خیر خواہ تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ ہمیشہ

اوّل المومنین

رہے ہیں۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے آواز سُننے کے بعد معاً اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کے سامنے پھینک دیا۔ اور کہا۔ کہ ہم اپنے آپ کو تیرے رستہ میں فنا کر کے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور جب انہوں نے اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کے رستہ میں فنا کر کے ہر قسم کے خطرات سے محفوظ کر لیا۔ تو اپنی خیر خواہی کے بعد ان کے اندر یہ طاقت اور ہمت پیدا ہو گئی۔ کہ وہ دنیا کی خیر خواہی کر سکیں۔ ایک شخص جو تیرنا سیکھتا ہے۔

سب سے پہلے اپنی جان بچاتا ہے اور جو اپنی جان کو بچا لیتا ہے۔ وہی اس قابل ہوتا ہے۔ کہ دوسروں کو بچا سکے۔ اگر وہ اپنی جان کو نہ بچا سکے۔ تو کسی صورت میں بھی دوسروں کو بچانے کے قابل نہیں ہو سکتا۔ مگر وہی تیرنے والا جو اپنی جان بچانے کے سامان پیدا کر کے دوسروں کی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ جب ایک ڈوبنے والے شخص کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو ڈوبنے والے کا مقدم کام یہ ہوتا ہے۔ کہ اسے ڈبوتا ہے۔ اور یہ دنیا میں

ایک عام قاعدہ

ہے۔ ڈوبنے والے کے حواس چونکہ قائم نہیں ہوتے۔ اس لئے اپنے آپکو بچانے کے لئے وہ عقل کے ساتھ ہاتھ پیر نہیں مارتا۔ بلکہ ہمیشہ ایسے رنگ میں ہاتھ پیر مارتا ہے۔ کہ اسے بچانے والا بھی ساتھ ہی ڈوبنے لگے۔

مجھے ایک واقعہ بچپن کا یاد ہے۔ ایک دفعہ یہاں ڈھاب میں ایک کشتی الٹ جانے کی وجہ سے کچھ آدمی ڈبکیاں کھانے لگے۔ انہیں بچانے کے لئے کچھ اور آدمی کودے۔ لیکن انکو ڈوبنے والوں نے پکڑ کر اس طرح ساتھ گھسیٹا کہ ان کے ناک اور مونہہ میں پانی پڑنے کی وجہ سے وہ بھی خطرہ میں پڑ گئے۔ اس پر کچھ اور لوگ کودے۔ اور قریباً اٹھارہ آدمی اس طرح ڈبکیاں کھانے لگے آخر ایک اچھے تیراک نے بعض دوسرے ہلکے تیراکوں کو سہارا دے کر سانس دلایا اور پھر ان کی مدد سے اس طرح پکڑ پکڑ کر ڈوبنے والوں کو نکالنا شروع کیا۔ کہ وہ ان کو ساتھ نہ ڈبو سکیں۔ تو یہ لازمی بات ہے۔ کہ جو شخص دوسرے کو بچانا چاہتا ہے۔ ڈوبنے والا اسے ضرور ڈبونے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے حواس چونکہ معطل ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ بچانے والے کو یا تو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ یا اگر دوست بھی سمجھتا ہے۔ تو ایسے رنگ میں اس پر بوجھ ڈالتا ہے۔ کہ وہ اٹھا نہ سکے۔ اور اس طرح اپنے ساتھ اسے بھی ڈبونے کی کوشش کرتا ہے۔ کثرت سے ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ اور ہر مہینہ ہی اخبارات میں کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ شائع ہوتا ہے۔ کہ ایک شخص ڈوبتے والے کو بچانے کے لئے گیا۔ مگر خود ڈوب گیا۔ اور ڈوبنے والا بچ گیا پس یہ ایک عام قانون ہے۔ جس سے دنیا آزاد نہیں ہو سکتی۔ یعنی جو اپنی ذات کا خیر خواہ نہیں۔ وہ دنیا کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ اور جو دنیا کا خیر خواہ ہو ممکن نہیں کہ دنیا اس کی دشمن نہ ہو۔ ہاں

الٰہی سلسلوں میں خدا تعالےٰ کا قانون

یہ ہے کہ ایسی دشمنیاں کامیاب نہیں ہو سکتیں پس جب میں یہ کہتا ہوں۔ کہ جو شخص اپنا دشمن نہیں ہوتا دنیا میں اس کا کوئی دشمن نہیں ہوتا۔ تو میری مراد اس سے یہی ہے۔ کہ اس کے دشمن اسکو نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ یہ مطلب نہیں۔ کہ ان کے دشمن دنیا میں ہوتے نہیں۔ بیشک ان کے دشمنوں کو عارضی خوشیاں بھی کسی وقت نصیب ہو جاتی ہیں۔ مگر حقیقی خوشی وہ کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ اور کوئی واقعہ بھی جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ان کے دشمن ان کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوں عارضی طور پر ان کو خوش ہونے کے موقعے مل سکتے ہیں۔ جب وہ خیال کر لیتے ہیں۔ کہ اب ہم اس جماعت کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مگر آخر اللہ تعالےٰ کا ہاتھ اپنی جماعت کی مدد کو بڑھتا اور ان کو بچا لیتا ہے۔ پس اس قانون کے ماتحت حقیقی خیر خواہی انسان کی اپنے نفس سے یہی ہوگی۔ کہ بنی نوع کی خدمت کرے۔ اور خاصکر مذہبی میدان میں خدمت کرے۔ اور جب وہ خدمت کرے گا تو لازماً لوگوں کی غلطیوں سے بھی ان کو آگاہ کرے گا۔ اور وہ چونکہ اپنے آپکو حق پر سمجھتے ہیں۔ اس لئے ضرور اس کی مخالفت کریں گے۔ اور اسے تباہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں آئے اور لوگوں کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے لیکن جن کی اصلاح کے لئے وہ کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہی انکو تباہ کرنا چاہا۔ حضرت نوح علیہ السلام لوگوں کو بچانے کے لئے کھڑے ہوئے اور جنکو بچانے کے لئے وہ کھڑے ہوئے تھے انہوں نے ہی انکو تباہ کرنا چاہا حضرت ابراہیم علیہ السلام جب لوگوں کو بچانے کے لئے کھڑے ہوئے انہی لوگوں نے ان کو تباہ کرنے کی کوشش کی۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے تو ان کو بھی ان لوگوں نے جن کو بچانے کے لئے وہ کھڑے ہوئے تھے تباہ کرنا چاہا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آئے تا اپنی قوم کو ہلاکت سے بچائیں۔ مگر ان کی قوم نے ان کو ہلاک کرنا چاہا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا کو بچانے کے لئے کھڑے ہوئے مگر لوگ ان کے دشمن ہو گئے۔ اور ہر ممکن طریق سے ان کو نقصان پہونچانا چاہا۔ یہ

اللہ تعالےٰ کا فضل

ہے۔ کہ دشمن اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مگر اپنی طرف سے انہوں نے کوئی کوتاہی نہ کی۔ مگر یہ سب باتیں تبھی ہو سکتی ہیں۔ جب انسان پہلے اپنے نفس کا خیر خواہ ہو۔ اور جب تک وہ یہ نہ کر سکے۔ کسی دوسرے کی اصلاح کے قابل ہی نہیں ہو سکتا۔ کسی نے کہا ہے۔

آنانکہ خود گم اند کجا رہبری کنند

جو شخص خود گمراہ ہو۔ وہ دوسروں کو کہاں ہدایت دے سکتا ہے۔ دوسرے کو راستہ وہی دکھا سکتا ہے۔ جو پہلے خود تلاش کرے اور جو شخص دوسرے کو گمراہی سے بچانے کے لئے آگے بڑھے گا۔ اس کی مخالفت بھی ہوگی۔ اور لوگ اس کے دشمن بنیں گے۔ گو یہ الٰہی قانون ہے کہ ایسے لوگوں کو دشمنی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ مخالفوں کو عارضی طور پر خوش ہونے کا موقعہ تو مل سکتا ہے۔ مگر حقیقی خوشی وہ کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔

ہماری جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کے بعد اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ یعنے یہ کہ سب سے پہلے ان کو اپنے

نفس کی اصلاح

کرنی چاہیئے۔ اور اس کے بعد جب اللہ تعالےٰ نے ان کے اندر طاقت پیدا کر دے۔ تو پھر کوشش کریں کہ دوسروں کو بچائیں۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھیں۔ کہ اس کے نتیجہ میں ان کی مخالفت لازمی طور پر ہوگی۔ اور یہ بھی یاد رکھیں۔ کہ ان کے مخالف کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ بظاہر ان کو ذلت اور رسوائی بھی ہو سکتی ہے مگر انجام کار وہی کامیاب ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب

آتھم کے متعلق پیشگوئی

فرمائی۔ اور اس کے بعد اس نے اپنے دل میں رجوع کیا۔ اور اس وجہ سے میعاد مقررہ کے اندر اس کی موت نہ ہوئی۔ تو لوگوں نے بڑی خوشیاں منائیں اور شور مچا دیا۔ کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ اس زمانہ میں ریاست بہاولپور کے جو نواب تھے۔ ان کے پیر چاچڑاں والے بزرگ تھے۔ ایک دن

نواب صاحب کے دربار میں

یہی ذکر ہو رہا تھا۔ کہ مرزا صاحب نے پیشگوئی کی تھی جو غلط نکلی۔ اور اس پر لوگوں نے ہنسی اڑانی شروع کی۔ اور آہستہ آہستہ اہل مجلس کی باتوں سے متاثر ہو کر نواب صاحب بھی اس ہنسی میں شامل ہو گئے۔ اس وقت مجلس میں وہ بزرگ بھی بیٹھے تھے۔ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت عقیدت تھی۔ اور انہوں نے حضور کو خط بھی لکھا تھا وہ پہلے تو خاموش رہے۔ مگر جب دیکھا کہ نواب صاحب بھی ہنسی میں شریک ہو گئے ہیں۔ تو اس لئے کہ وہ نواب صاحب کے پیر تھے اور سمجھتے تھے۔ کہ مجھے ان کو اس طرح ڈانٹنے کا حق ہے۔

بڑے جوش سے

فرمایا۔ کہ آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں دنیا کے اندھوں کو یہ نظر آتا ہے۔

کہ آتھم زندہ ہے۔ مگر مجھے تو اس کی لاش سامنے پڑی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ یعنے تم موت سے مراد ظاہری موت لیتے ہو۔ اور یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ وُہ موت کیا ہے۔ یہ تو ہر انسان کو آتی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی سے خوف کھا کر جو آتھم نے توبہ کی۔ اور رجوع کیا۔ وُہ

جذبات کی موت

تھی۔ اور ظاہری موت سے زیادہ سخت تھی۔ تو سلسلہ کی خدمت کرتے ہُوئے بعض دفعہ ایسی بات پیدا ہو سکتی ہے۔ جو بظاہر رسوائی کا موجب ہو۔ مگر عقلمند جانتے ہیں۔ کہ دراصل وُہ بھی دین کی نصرت کا موجب ہوتی ہے۔

پس

سب سے مقدّم بات

تو یہ ہے۔ کہ اپنے نفسوں کی اصلاح کرو اور اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے حضور اس طرح پھینک دو۔ کہ اس کی نُصرت حاصل کر سکو۔ اور اگر تم یہ کر لو۔ تو دُنیا کی کوئی طاقت تمہیں نقصان نہیں پہونچا سکتی۔ مگر حالت یہ ہے۔ کہ تم منہ سے تو کہتے ہو۔ کہ اسلام کی تعلیم افضل ہے۔ مگر جب کوئی موقعہ پیدا ہوتا ہے۔ تو تم جوش سے بھر جاتے ہو۔ اور کہتے ہو۔ کہ ایسے موقعہ پر اسلام کی تعلیم ہمیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ اور جب یہ حالت ہو۔ تو خدا تعالےٰ کو تمہاری نصرت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خدا تعالےٰ اگر تمہاری مدد کرتا ہے۔ تو اس لئے نہیں کہ اس جماعت میں جو لوگ ہیں۔ وُہ اسے بہت پسند ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ یہ جماعت دُنیا میں ان اصولوں کو قائم کرنے کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ جنہیں قائم کرنا اللہ تعالےٰ کا منشاء ہے۔ اگر تم میں یہ خصوصیت نہ ہو۔ تو پھر تمہارے متعلق بھی وُہی

عام قانون

ہو گا۔ کہ ایک پر دو بھاری ہوتے ہیں۔ دو پر چار۔ سو پر دو سو۔ ہزار پر دو ہزار۔ اور لاکھ پر دو لاکھ۔ لیکن اگر تم خدا تعالےٰ کے اصولوں سے اپنے آپ کو اس طرح وابستہ کر لو۔ کہ تم میں اور ان میں کوئی فرق نہ رہے۔ تمہارے اندر توحید ایسی نہ ہو۔ جیسی دُنیا دار لوگوں میں ہوتی ہے۔ بلکہ ایسے موحد بن جاؤ۔ کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک تم

مجسّم توحید

ہو جاؤ۔ اور تمہیں اور توحید کو جدا نہ کیا جا سکے۔ تو پھر اللہ تعالےٰ ضرور تمہاری حفاظت کرے گا۔ کیونکہ اس صُورت میں تمہاری تباہی توحید کی تباہی کے مترادف ہو گی۔

دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کسی چیز کے ساتھ برتن کو بھی بچایا جاتا ہے۔ کسی پیپے میں گھی یا شہد بھرا ہُوا ہو۔ تو گو اس پیپہ کی قیمت دو چار آنے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ مگر اس گھی یا شہد کے لئے جو اس کے اندر ہے۔ انسان اس کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ کیونکہ وُہ جانتا ہے۔ کہ اگر اس میں سُوراخ ہو گیا۔ تو گھی یا شہد بہہ جائے گا۔ مٹی کی ایک پیالی جس کی قیمت دمڑی بھی نہیں ہوتی۔ بلکہ کبھی تو چھوٹی پیالیاں پیسہ کی آٹھ آٹھ بکا کرتی تھیں۔ اس میں اگر ایک انسان اپنے کسی عزیز کے لئے دوائی لئے جا رہا ہو۔ اور اس عزیز کی کمزور حالت کی وجہ سے دوا کے پہونچنے میں تاخیر کو خطرناک سمجھتا ہو۔ تو اس حالت میں اگر کوئی اس پیالی کو توڑنا چاہے۔ تو وُہ انسان اسے بچانے کے لئے کتنی جدوجہد کرے گا۔ اگر وُہ شخص کروڑ پتی بلکہ ارب پتی بھی ہے۔ اور اس کے گھر میں چاندی کے برتنوں کی بھی پروا نہیں کی جاتی۔ تو بھی اس وقت وُہ اس مٹی کی پیالی کو بچانے کے لئے جس کی قیمت کچھ بھی نہیں۔ اپنی ساری جائداد کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا اس لئے نہیں۔ کہ وُہ مٹی کی پیالی اسے عزیز ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اس میں ایک ایسی چیز پڑی ہے۔ جس کے ساتھ اس کے عزیز کی جان وابستہ ہے۔ وہ اسے بچانے کے لئے اس لئے جدوجہد نہیں کرے گا۔ کہ وُہ مٹی کی بنی ہوئی پیالی قیمتی شے ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اس میں وہ دوا ہے جس کا فوراً اس کے عزیز کے پاس پہونچنا ضروری ہے۔ اسی طرح بے شک انسان خاک کا ایک پتلا ہے۔ جو دُنیا میں آتا۔ اور چلا جاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے اس کی کوئی قیمت نہیں۔ لیکن جب وُہ اپنے اندر اس تریاق کو بھر لیتا ہے۔ جس سے دُنیا نے زندہ رہنا ہے۔ اگر وُہ اپنے اندر ایسی طاقت پیدا کر لیتا ہے جس سے دُنیا میں نبوّت قائم ہوتی ہے۔ اور جس سے دُنیا میں صفات الٰہیہ نے جاری ہونا ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور وُہ اس کی حفاظت کرتا۔ اور دُشمنوں کے ضرر سے اسے بچاتا ہے۔ کیونکہ وُہ دیکھتا ہے۔ کہ اب اگر یہ انسان ٹوٹا۔ تو اس کے ساتھ ہی نبوّت کا رُوح افزا شربت بھی بہہ جاتا ہے

توحید کی زندگی بخش رُوح

بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ دُنیا میں صفاتِ الٰہیہ کا ظہُور بھی خطرہ میں پڑ جاتا ہے پس اللہ تعالےٰ ہر کوشش کرتا ہے اس کے بچانے کی۔ تا وُہ چیزیں محفوظ رہ سکیں۔ جو اس کے اندر ہیں۔ اور تا وُہ دُنیا میں قائم اور جاری ہو سکیں۔ جنگِ بدر کے موقعہ پر جب لڑائی کی حالت ایسی خطرناک ہو گئی۔ کہ یہ خطرہ پیدا ہو گیا۔ کہ کفار مسلمانوں کو بالکل مٹا دیں گے۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک علیحدہ مقام پر جا کر اللہ تعالےٰ سے دُعا کی۔ اور کہا کہ اے میرے خدا۔ اے میرے خدا۔ تیری ہدایت اور عبادت کو قائم رکھنے والا دُنیا میں ان چند ایک لوگوں کے سوا کوئی نہیں۔ اور اگر یہ تباہ ہو گئے۔ تو اور کوئی نہیں۔ جو اسے قائم کر سکے۔ اس لئے ان کی حفاظت فرما۔ آپ نے یہ نہیں کہا۔ کہ یہ میرے رشتہ دار ہیں۔ یا میرے عزیز دوست ہیں۔ یا کوئی معزز ہیں۔ یا کسی عام صداقت کے لئے کھڑے ہُوئے ہیں۔ کیونکہ ان سب باتوں کے ہوتے ہُوئے ان کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کسی

غیر معمُولی سلوک

کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اور ان کی قیمت اتنی نہ بن سکتی تھی۔ کہ ان کے لئے دُوسروں پر عذاب نازل کیا جائے۔ ان کی قیمت بڑھانے والی صرف یہی ایک چیز تھی۔ کہ ان کا مٹنا خدا کی توحید کا مٹنا۔ اور اس کی عبادت کا مٹنا ہے۔ پس آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ ابوبکر رضؓ میرا پیارا ہے۔ عمرؓ اور عثمانؓ میرے پیارے ہیں۔ اور دوسرے صحابہ میرے پیارے اور عزیز ہیں۔ ان سب امور کو نظر انداز کر کے آپ نے یہ فرمایا۔ کہ یہ وُہ لوگ ہیں۔ جن کے دل میں

معرفت کی شراب

بھری ہے۔ اور اگر یہ لوگ مٹ گئے تو پھر دُنیا میں تیری توحید اور تیری عبادت کو قائم کرنے والا اور کوئی نہ ہو گا۔

پس جب انسان کے دل میں خدا تعالےٰ کی معرفت بھر جائے۔ تو وُہ اسے ایسا پیارا ہو جاتا ہے۔ کہ وُہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اس کی ذات کی خاطر نہیں۔ بلکہ اس چیز کی خاطر جو اس کے دل میں بھری ہے۔ جس طرح انسان مٹی کی پیالی کی حفاظت کرتا ہے۔ اس پیالی کے لئے نہیں۔ بلکہ اس چیز کے لئے جو اس میں پڑی ہوئی ہے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ یہ سمجھتا ہے کہ اب یہ انسان محض خاک کا پتلا نہیں رہا۔ بلکہ اب اس کے ساتھ میری توحید اور میری تعلیم وابستہ ہو گئی ہے۔ اور اس کے اندر وہ چیز بھر گئی ہے۔ جو دُنیا کی نجات کے لئے ضروری ہے۔

پس میں جماعت کے دوستوں کو سب سے پہلے تو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وُہ اپنے اندر

اللہ تعالےٰ کی صفات

کو پیدا کریں۔ اور اپنے آپ کو اس کی ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت اور مالکیت یوم الدین کی صفات سے ایسا وابستہ کرلیں۔ کہ وُہ معمولی انسان نظر نہ آئیں۔ بلکہ ان کے اندر اللہ تعالےٰ کی ربوبیت۔ اس کی رحمانیت۔ رحیمیت۔ اور مالکیت یوم الدین کی صفات نظر آئیں۔ اور اگر کوئی ان کو تباہ کرنا چاہے تو اللہ تعالےٰ کہے۔ کہ ان پر حملہ کرنے والا دراصل میری ان صفات پر حملہ کرتا ہے۔ اگر یہ لوگ مٹ گئے تو اور کون ہے جو دنیا میں میری ان صفات کو قائم رکھے گا۔ اس لئے وہ ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اور ان کا مقابلہ کرنے والوں کو ناکام کر دیتا ہے ؏

تحریک جدید کے دوسرے دَور کی تحریک سے میری غرض یہی ہے۔ کہ ہم

دُنیا میں اسلامی تعلیم

کو قائم کریں۔ اسلامی تعلیم اس وقت مٹی ہوئی ہے۔ اور ہم یہ کہہ کر اپنے دل کو خوش کر لیتے ہیں۔ کہ اس کا قیام حکومت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ حکومت کے ساتھ تعلق رکھنے والی باتیں بہت تھوڑی ہیں۔ اور ان کا دائرہ بہت ہی محدود ہے۔ باقی زیادہ تر ایسی ہیں۔ کہ ہم حکومت کے بغیر بھی ان کو رائج کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی محبت اس کی توحید اور عرفان کی خواہش دل میں رکھنا اور اس کے لئے جدوجہد کرنا صفاتِ الٰہیہ کو اپنے اندر پیدا کرنا۔ اور پھر ان کو دنیا میں رائج کرنا

قربِ الٰہی کے حصول کی کوشش

کرنا امانت۔ دیانت۔ راستبازی وغیرہ وغیرہ سینکڑوں باتیں ہیں جن کا حکومت سے کوئی واسطہ نہیں۔ کیا اگر ہمارے پاس حکومت نہ ہو تو ہم نماز نہیں پڑھ سکتے۔ ذکرِ الٰہی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالےٰ کی محبت میں اپنے نفس کو پگھلا نہیں سکتے۔ دیانت اور امانت کو قائم نہیں رکھ سکتے۔ سچ نہیں بول سکتے۔ یقیناً یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اور اس لئے یہ کہنا بالکل غلط ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم بغیر حکومت کے قائم نہیں ہو سکتی۔ ان باتوں میں سے بعض ایسی ہیں۔ جو انسان کی ذات سے وابستہ ہیں۔ اور بعض ایسی ہیں جو نظام سے وابستہ ہیں۔ اور نظام بغیر حکومت کے بھی قائم ہو سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی سخت سے سخت حکومت بھی افراد کے نظام کو باطل نہیں کر سکتی افراد کے معاملات میں زیادہ سے زیادہ دخل دینے والی حکومتیں جرمنی اور اٹلی کی ہی ہیں۔ مگر ان میں بھی افراد کے نظام کو کلی طور پر باطل نہیں کیا جا رہا لوگ اب بھی وہاں مجالس قائم کرتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ ملک کی اصلاح اور خدمتِ خلق بھی کرتے ہیں۔ اور پھر ہمیں تو اللہ تعالےٰ نے ایک ایسی قوم کے ماتحت رکھا ہے۔ کہ جس کی حکومت افراد کے نظام میں کم سے کم دخل دیتی ہے۔ اس لئے نہیں۔ کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں سے کوئی رعائت کرنا چاہتی ہے۔ بلکہ اس لئے کہ انکے

ملک کا نظام

ہی ایسا ہے۔ اور انگریز قوم نے حکومت کے لئے اس بارہ میں اختیارات اور قوانین ہی ایسے رکھے ہیں۔ اگر ہم کسی اور ملک کے ماتحت ہوتے تو ہمیں نظام قائم کرنے کے متعلق اس قدر آزادی حاصل نہ ہوتی۔ جتنی اب ہے۔ اور اس صورت میں اسلامی تعلیم کو قائم کرنے کے لئے ہمارا دائرہ عمل بہت محدود ہوتا۔ لیکن اب ہمارا دائرہ کافی وسیع ہے۔ اٹلی اور جرمنی وغیرہ ممالک میں جہاں فسطائی اور نازی اصول رائج ہیں۔ وہاں حکومتیں افراد کے معاملات میں زیادہ سے زیادہ دخل دیتی ہیں۔ لیکن

انگریز قوم

نے اپنی حکومت کو ایسے اختیارات ہی نہیں دیئے۔ اور اس لئے برطانوی حکومت ایسے معاملات میں کم سے کم دخل دیتی ہے۔ میں اس وقت اس بحث میں نہیں پڑتا۔ کہ دونوں میں سے کونسا اصل بہتر ہے۔ چاہے میرے نزدیک فسطائی یا نازی اصول ہی نسبتاً زیادہ صحیح ہوں۔ مگر بہر حال اللہ تعالےٰ نے ہمیں ایسی حکومت کے ماتحت رکھا ہے کہ ہمارے لئے یہ موقعہ ہے کہ حکومت سے ٹکراؤ کے بغیر اسلامی تعلیم کو جاری کر سکیں اور پھر نظام کے ذریعہ اسے طاقت دے سکیں۔ اور اس سہولت کی موجودگی میں سمجھتا ہوں الٰہی حکمت کے بغیر نہیں اللہ تعالےٰ نے جب کسی نبی کو مبعوث کرنا ہوتا ہے۔ تو ہزاروں سال پہلے اس کے لئے تغیرات کرتا ہے۔ اور اس طرح داغ بیل ڈالتا ہے۔ کہ اسے اپنے کاموں میں سہولت حاصل ہو سکے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ برطانوی حکومت بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک رحمت ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ انگریز قوم کے افراد بہت نیک اور اسلام کی تعلیم کے قریب ہیں۔ ان میں بھی ظالم۔ غاصب۔ فاسق۔ فاجر۔ اور ہر قسم کا خبث رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ اور دوسری قوموں میں بھی۔ ان میں بھی اچھے لوگ ہیں۔ اور دوسری قوموں میں بھی۔ جو چیز رحمت ہے۔ وُہ یہ ہے کہ یہ حکومت

افراد کی آزادی

میں بہت کم دخل دیتی ہے۔ اور وہ جن جن معاملات میں دخل نہیں دیتی۔ ان میں اسلام کی تعلیم کو قائم کرنے کا ہمارے لئے موقعہ ہے۔ پس یہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے۔ کہ اس نے ایسی قوم کو ہم پر حاکم مقرر کیا۔ کہ جو افراد کے معاملات میں بہت کم دخل دیتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اگر نازی یا فیسسٹ لوگ ہم پر حکمران ہوتے۔ تو وُہ دوسرے معاملات میں انگریزوں سے بھی اچھے ہوتے ممکن ہے وُہ اللہ تعالےٰ کا خوف ان سے زیادہ رکھنے والے اور زیادہ عدل کرنیوالے ہوتے۔ مگر انفرادی آزادی وہ اتنی نہ دیتے جتنی انگریزوں نے دی ہے۔ وہ اشخاص کے لحاظ سے تو اچھے ہوتے مگر سلسلہ کے لحاظ سے ہمارے لئے مضر ہوتے۔ اور اس کے یہ معنی ہوتے کہ جب تک اسلامی حکومت قائم نہ ہو جاتی اسلامی تعلیم کو قائم کرنے کا دائرہ ہمارے لئے بہت ہی محدود ہوتا۔ اور اسلامی احکام میں سے بہت ہی تھوڑے ہوتے جن کو ہم قائم کر سکتے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہی معنوں کے لحاظ سے انگریزی حکومت کو رحمت قرار دیا ہے۔ اور اس قوم کی تعریف کی ہے۔ آپ کا یہ مطلب نہیں۔ کہ انگریز انصاف زیادہ کرتے ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ انصاف کے معاملہ میں کوئی دوسری حکومت اس سے اچھی ہو۔

قابلِ تعریف بات

یہی ہے۔ کہ اس قوم کے تمدن کا طریق یہ ہے۔ کہ اس نے اپنی حکومت کو انفرادی معاملات میں دخل اندازی کے اختیارات نہیں دیئے۔

پس اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ جس ملک میں اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کرنا تھا وہاں ایسی قوم حاکم ہو۔ جو لوگوں کے معاملات میں کم سے کم دخل دینے والی ہو۔ پس انگریزوں کی حکومت اس لئے قابلِ تعریف نہیں۔ کہ اس کے افسر باقی سب حکومتوں سے انصاف زیادہ کرنے والے ہیں۔ یا وُہ اسلام کی تعلیم کے زیادہ قریب ہیں۔ بلکہ اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ افراد کے معاملات میں بہت ہی کم دخل دیتی ہے۔ ان کی خوبی مثبت قسم کی نہیں بلکہ منفی قسم کی ہے۔ پس جیسا کہ میں نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بھی دوستوں کو توجہ دلائی تھی۔ انہیں چاہیئے کہ ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وُہ اسلامی تعلیم کو قائم کرنے کی کوشش کریں۔ یہ خیال کر کے بیٹھ رہنا بالکل نامناسب ہے۔ کہ

اسلامی تعلیم کا قیام

اسلامی حکومت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ایسی باتیں تو سو میں سے دس ہوں گی۔ جو اسلامی حکومت سے تعلق رکھتی ہیں۔ باقی نوّے ایسی ہیں۔ جو بغیر حکومت کے بھی قائم کی جا سکتی ہیں۔ نوّے پر عمل کو اس وقت تک ترک کرنا کہ دس پر عمل کرنے کا وقت آ جائے۔ بے وقوفی ہے۔ جو شخص دس کی خاطر نوّے کو ضائع کر دیتا ہے۔ اس کی مثال اس لڑکے کی ہے۔ جسے اس کی ماں نے ایک پیسہ دیا تھا۔ کہ بازار سے تیل خرید لائے۔ وُہ گیا۔ دوکاندار نے اپنے پیمانہ کو بھر کر اس کے کٹورے میں تیل ڈالا۔ چونکہ کٹورا چھوٹا اور تیل کچھ زیادہ تھا۔ اس لئے تیل بچ گیا۔ اور دوکاندار نے کہا۔ کہ یہ پھر کسی وقت لے جانا۔ مگر لڑکے نے کہا۔ کہ پھر کون آئے گا۔ میں ابھی لے جاتا ہوں اور اس نے برتن اُلٹا دیا۔ اور اس کے پیندے پر جو چھوٹا سا خلا تھا۔ اس میں باقی تیل ڈالنے کو کہا۔ اُلٹا کرنے سے کٹورے کے اندر جو تیل تھا۔ وُہ تو گر گیا۔ جب گھر پہونچا۔ تو اس کی ماں نے کہا۔ کہ کیا اتنا تھوڑا تیل دوکاندار نے دیا ہے۔ لڑکے نے کہا۔ کہ نہیں۔ دوسری طرف بھی ہے۔ اور یہ کہکر برتن سیدھا کر دیا۔ جس سے پیندے والا تیل بھی گر گیا ؛

پس ہم بھی اگر دس باتوں کے لئے نوّے کو ضائع کر دیں۔ تو ہماری مثال بھی اسی احمق کی سی ہو گی۔ ہم اس لڑکے کی مثال کو سُنتے اور ہنستے ہیں۔ مگر ہم میں سے کتنے ہیں۔ جو خود نوّے کو دس کی خاطر ضائع نہیں کر رہے۔ اللہ تعالےٰ نے

نوّے فیصدی امور ہمارے اختیار میں

دے دیئے ہیں۔ اور ایسے حاکم دیئے ہیں۔ جن کے مُلک کا دستور یہ ہے۔ کہ وُہ انفرادی آزادی میں کم سے کم دخل دیتے ہیں۔ دُنیا میں بعض حکومتیں ایسی ہیں جو افراد کے معاملہ میں زیادہ سے زیادہ دخل دیتی ہیں۔ تا اصلاح ہو۔ وُہ کہتی ہیں کہ جب ایک بات میں ملک کا فائدہ ہے تو کیوں لوگوں کو طاقت سے اس پر کاربند نہ کیا جائے۔ مگر بعض دُوسری حکومتوں کا اصُول یہ ہے۔ کہ جب تک انفرادی معاملات میں کم سے کم دخل نہ دیا جائے۔ افراد کی قوت قائم نہیں رہ سکتی۔ اور ان کی ذہنی ترقی رُک جاتی ہے۔ اور لوگ محض ایک مشین بن کر رہ جاتے ہیں۔ اور انگریزوں کی قوم اس آخری اصُول کی کاربند ہے ؛

اس کے برخلاف جرمن حکومت کا اصول یہ ہے۔ کہ جب ایک بات مفید ہے۔ تو اس بات کا انتظار کیوں کیا جائے۔ کہ لوگ اس کے ذریعہ خود اپنی اصلاح کرینگے اور اپنے اپنے طور پر کوشش کر کے اس پر کاربند ہو جائیں گے۔ کیوں نہ حکومت خود اسے قائم کر دے۔ اور جتنا چاہے۔ دخل دیدے۔ اور اسلامی ترقی کے لئے ہندوستان میں زیادہ مفید وُہی حکومت ہو سکتی تھی۔ جو کم سے کم دخل دے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے یہاں

انگریزی حکومت

کو قائم کر دیا۔ ہندوستان میں اس کے بجائے اگر کوئی اور حکومت ہوتی۔ تو یہ تو ممکن تھا۔ کہ ہندوستان دیگر لحاظ سے بہت ترقی کرتا۔ یہاں کی اقتصادی حالت اچھی ہوتی۔ یا تجارت ترقی کرتی۔ یا یہ کہ آج ہندوستان میں زیادہ کارخانے ہیں۔ اس سے کئی گنا زیادہ کارخانے ملک میں کھل جاتے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انگریزی حکومت نے دو سو سال میں ہندوستان میں اتنا کام نہیں کیا۔ جتنا اٹلی نے دو سال کے عرصہ میں حبشہ میں کیا ہے۔ پس اگر کوئی اور حکومت یہاں ہوتی۔ تو ممکن ہے۔ بعض اور لحاظ سے ہندوستان کو زیادہ ترقی حاصل ہو جاتی مگر

قومی اور شخصی اصلاح

کے کاموں میں وُہ آزادی ہرگز نہ ملتی۔ جو انگریزی حکومت کے ماتحت اُسے حاصل ہے ؛

غرض اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ کہ ہم اسلامی تعلیم کے قیام کے دائرہ کو بہت وسیع کر سکتے ہیں۔ اور اگر ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہُوئے بھی ہم ان کو قائم نہ کریں۔ تو یہ ایک بہت بڑی حماقت ہو گی ؛

انگریزی حکومت میں پرائیویٹ مدرسے جاری کرنے کی اجازت ہے۔ مگر جرمنی میں نہیں۔ وہاں سب کو سرکاری مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے۔ کہ ایسے ملک میں

دینی تعلیم کا انتظام

نہیں ہو سکتا۔ روس میں پادری شور مچا رہے ہیں۔ کہ ہمیں مذہبی تعلیم کی اجازت نہیں دی جاتی۔ مگر حکومت کہتی ہے۔ کہ بائیبل کی تعلیم دینا کسی کے لئے روٹی کے سوال کو حل نہیں کرتا۔ اس لئے ہم تم کو یہ اجازت نہیں دے سکتے۔ کہ ایک شخص کو ناکارہ بنا دو۔ ایسی تعلیم جوان ہونے کے بعد دی جا سکتی ہے۔ ہمیں تو ایسے آدمی کی ضرورت ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ روپیہ تجارت اور صنعت و حرفت کے ذریعہ دوسرے ممالک سے کھینچ سکے۔ اب دیکھو۔ اگر کوئی ایسی ہی حکومت یہاں ہوتی۔ تو ہم نہ احمدیہ سکول جاری کر سکتے۔ اور نہ مبلغین کے لئے جامعہ احمدیہ کے ذریعہ تعلیم کا انتظام کر سکتے۔ حکومت سب کو جبراً سرکاری سکولوں میں تعلیم دلاتی۔ اور دینی تعلیم کے لئے کوئی موقعہ نہ رہتا۔ سوائے اس کے کہ گریجوایٹ بن جانے کے بعد پھر نوجوانوں کی دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جاتا۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ہندوستان میں بھی یہ آزادی کب تک قائم رہے۔ اب یہاں بھی

ملکی حکومت

قائم ہو رہی ہے۔ اور بعض وزراء نے اپنی تقریروں میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔ کہ پرائیویٹ مدرسے بند کر دیئے جائیں ؛

پس پیشتر اس کے کہ وُہ دن آئیں۔ یا ان کے آنے میں ہم روک بننے کے اہل نہ رہ سکیں۔ ہمیں اسلامی تعلیم کو اس طرح اپنے اندر قائم اور جاری کر لینا چاہیئے۔ کہ اگر

دینی سکول

توڑ بھی دیئے جائیں۔ تو ہر احمدی اپنی جگہ پر پروفیسر اور فلاسفر ہو۔ جو اپنے بچوں کو گھر میں وُہی تعلیم دے۔ جو ہم نے سکولوں میں دینی ہے۔ اس وقت جو بچے ہوں۔ وُہ اپنی ماؤں سے اور باپوں سے۔ اور بھائیوں بہنوں سے وُہی باتیں سُنیں۔ جو محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مونہہ سے نکلی ہیں۔ اس طرح وُہ وقت جو بچوں کو گھر میں والدین کے پاس رہنے کے لئے ملتا ہے۔ اسی میں ان کی دینی تعلیم و تربیت ہو سکے گی۔ ماں باپ سے ملنے کا وقت بچوں کو سخت سے سخت حکومتوں کے ماتحت بھی ملتا ہے حتیٰ کہ روس میں بھی جہاں بہت پابندیاں ہیں۔ والدین سے بچوں کو ملنے کی اجازت ہے۔ پس اگر کوئی ایسا وقت آ بھی جائے۔ جب دینی تعلیم کا انتظام حکومت ہمیں کرنے نہ دے۔ اس وقت وُہ وقت جو بچے والدین کے پاس گزاریں۔ ان کی دینی تعلیم کو مکمل کرنے کا ذریعہ بن جائے ؛

اس کے علاوہ

علم النفس کا بھی ایک نکتہ

ہے۔ جسے ہم کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ جب کسی قوم کے اندر کوئی اچھی تعلیم قائم ہو جائے۔ تو وُہ بجائے خود ایک خاموش تبلیغ کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اگر ہماری جماعت غلط خیالات پر مصر نہ رہے۔ قرآن کی تعلیم کے متعلق یہ نہ کہے۔ کہ وُہ ہے تو بہت اچھی۔ مگر اس سے ہر موقعہ پر گزارہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اُسے ہر حال میں قائم کرے۔ اور اس پر عمل کرے۔ اور اس طرح دُنیا کو اسے دیکھنے کا موقعہ دے۔ تو چونکہ وُہ بہت اچھی تعلیم ہے۔ دیکھنے والوں کے دل میں خود بخود یہ خیال پیدا ہو گا۔ کہ ہمیں بھی اسے اختیار کرنا چاہیئے ؛

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ بعض چیزیں اخلاق کے لحاظ سے سخت مضر ہوتی ہیں۔ بعض صحت کے لحاظ سے مضر ہوتی ہیں۔ مگر چونکہ وہ بظاہر اچھی نظر آتی ہیں۔ اس لئے لوگ خود بخود انہیں اختیار کرتے جاتے ہیں بھلا کبھی کوئی مبلغ کسی جگہ لوگوں کو یہ تلقین کرنے کے لئے گیا ہے کہ مانگ نکالا کرو۔ مگر دیکھ لو ماں باپ بھی سمجھاتے ہیں۔ استاد بھی منع کرتے ہیں۔ اور لوگ بھی کہتے رہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے تمہیں مرد بنایا ہے۔ یہ عورتوں والی ہیئت کیوں بناتے ہو۔ مگر آج کل کے لڑکے ہیں۔ کہ اس سے کسی صورت نہیں رکتے۔ جس کے پاس کوئی اعلےٰ قسم کا تیل نہ ہو۔ وہ بازار سے ایک پیسے کا کڑوا تیل ہی لے آئے گا اور ٹوٹی ہوئی کنگھی کے ساتھ ٹیڑھی مانگ نکال کر اس طرح اکڑ اکڑ کر چلے گا۔ کہ گویا بادشاہ نے اُسے وزیر اعظم مقرر کر دیا ہے۔ پھر کبھی کسی نے دیکھا ہے۔ کہ لیکچرار لیکچر دیتے پھرتے ہوں کہ داڑھیاں مونڈواؤ۔ مگر جب

ایک ہندوستانی نوجوان

ایک انگریز کو دیکھتا ہے کہ داڑھی منڈائے ہوئے اور پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال کر پھر رہا ہے۔ تو وہ خود بخود چاہتا ہے۔ کہ میں محمد ابراہیم نہ رہوں بلکہ ٹامسن ہو جاؤں۔ کیونکہ وہ عزت والا ہے اور اس کی نقل کرنے سے مَیں بھی شائد عزت والا سمجھا جانے لگوں۔ اور اسے اگر سیفٹی ریزر نصیب نہ ہو۔ تو وہ دیسی کند استرے سے اپنی ٹھوڑی پر خواہ دس زخم کیوں نہ کرے۔ لیکن بال ضرور نوچ ڈالے گا۔ تا وہ بھی مسٹر ٹامسن معلوم ہو۔ کیونکہ اسے اس میں ایک خوبصورتی نظر آتی تھی۔ چونکہ اسے اپنی مرعوب شدہ آنکھوں سے وہ دیکھتا ہے۔ مسٹر ٹامسن خوبصورت نظر آتا ہے۔ اس لئے جھٹ اس کی نقل کرتا ہے۔ سو تم اگر اسلام کی تعلیم کو عملی طور پر دنیا کے سامنے پیش کرو۔ خدا تعالےٰ کی صفات کو پیش کرو۔ تو کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ لوگ انہیں اختیار نہ کریں گے۔ اور تمہاری نقل نہ کرنے لگیں گے۔ مجھے انہی دنوں میں

یورپ سے ایک مبلغ کی چھٹی

آئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ میری ایک ایسے شخص سے ملاقات ہوئی۔ جو روسی نظام حکومت کا قائل تھا۔ اور خیال رکھتا تھا۔ کہ اس کو قائم کئے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں نے جب اس کے سامنے آپ کی کتاب احمدیت سے اسلامی نظام حکومت والا حصہ رکھا۔ اور اسے کہا۔ کہ ان دونوں کا مقابلہ کرو۔ اور دیکھو کہ سوویٹ سکیم میں جو نقص ہیں۔ وہ اس میں دور کر دیئے گئے ہیں یا نہیں۔ اور اس کی خوبیاں اس میں موجود ہیں یا نہیں۔ تو وہ کہنے لگا کہ ہاں اگر ایسی حکومت دنیا میں قائم ہو سکے۔ تو پھر کسی اور کی ضرورت نہیں اس دوست نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور لکھا ہے کہ میرے لئے ایسے خیالات کے آدمی سے ملاقات کا پہلا موقعہ تھا اور اسلام کی تعلیم نے جس طرح اس پر اثر کیا۔ اس سے مجھے خیال ہوا۔ کہ یہ کس طرح

دلوں کو موہ لینے والی تعلیم

ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اسے دنیا کے سامنے پیش ہی نہیں کرتے۔ مونہہ سے تو کہتے ہیں کہ یہ تعلیم بہت اچھی ہے۔ مگر چھوٹی چھوٹی باتوں میں کہ جو سب کو نظر آنے والی ہوتی ہیں۔ عملی طور پر انہیں پیش نہیں کر سکتے۔ ہم میں سے بہت سے ہیں جنکو یہ بھی علم نہیں کہ ماں باپ اور بیٹوں کے باہمی تعلقات کے متعلق اسلام نے کیا تعلیم دی ہے۔ ہمسائیوں کے متعلق کیا تعلیم دی ہے۔ کونسے اصول ہیں جن کی پابندی ضروری رکھی ہے۔ مگر ان کی پابندی کا کبھی خیال بھی ہمارے دل میں نہیں آتا۔ مونہہ سے لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کہتے ہیں۔ اور خیال کر لیتے ہیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ ہماری مثال اس کمزور ہندو کی ہے۔ جس کا مذہب اسے صبح ہی صبح دریا پر نہانے کا حکم دیتا ہے۔ مگر سردی کی وجہ سے اس کے لئے چونکہ یہ مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ پانی کی گڑوی اپنے سر کے اوپر پھینکتا ہے۔ اور خود کود کر آگے ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح اس کا بدن خشک ہی رہتا ہے۔ بعینہٖ یہی حالت ہماری ہے۔ ہم اسلامی تعلیم کی گڑوی اس طرح اوپر پھینک کر خود آگے چھلانگ لگا جاتے ہیں۔ کہ اس کا کوئی چھینٹا بھی ہمارے اوپر نہیں گرتا۔ اور اس کے باوجود دل میں خوش ہوتے ہیں۔ کہ

اسلامی تعلیم پر عمل پیرا

ہیں۔

پس میں دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اب وقت آگیا ہے کہ جلسہ سالانہ پر جس بات کا وعدہ انہوں نے کیا تھا اسے عملی رنگ میں پورا کریں۔ میں علماء سے بھی یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ

اسلامی تمدن کا پوری طرح مطالعہ

کریں۔ اور قرآن کریم اور احادیث سے اس کے احکام کو اچھی طرح مستنبط کریں۔ اور پھر دیکھیں کہ اس کا کونسا حصہ ایسا ہے۔ جس پر ہم آج بھی عمل کر سکتے ہیں۔ اور پھر اسے جماعت کے سامنے بار بار پیش کریں۔ اور لوگوں کے دماغوں میں اسے اس طرح ٹھونسنے کی کوشش کریں کہ پھر وہ نکل ہی نہ سکے۔ ہم میں سے ہر فرد کو جس طرح یہ معلوم ہے کہ میں احمدی ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام راستباز ہیں۔ اسی طرح ہر زمیندار احمدی تک کو یہ علم ہونا چاہیئے۔ کہ اس کے بیوی بچوں کے اس پر کیا حقوق ہیں۔ اور ان کے متعلق اس پر کیا ذمہ واریاں ہیں زراعت کے متعلق امانت و دیانت کے متعلق لین دین کے متعلق دوسروں سے سلوک کے متعلق اسلام نے کیا تعلیم دی ہے۔ اور یہ چیزیں اسے اس طرح یاد ہوں۔ کہ آپ ہی آپ اس کے مونہہ سے نکلتی جائیں۔ اور اس کے اعمال سے ظاہر ہوتی رہیں۔ اور اس کے اندر اس طرح راسخ ہو جائیں۔ کہ ان کا نکلنا مشکل ہو۔ جو بات اچھی طرح دل میں گڑ جائے پھر اس کا نکلنا بہت مشکل ہو جاتا ہے کہتے ہیں کوئی شخص ہندو سے مسلمان ہوا تھا کسی مجلس میں بیٹھا تھا۔ جس طرح مسلمانوں میں اچنبھے کی کوئی بات سن کر اگر وہ بری ہو تو استغفر اللّٰہ اور اچھی ہو تو سبحان اللّٰہ کہتے ہیں۔ اسی طرح ہندوؤں میں رام رام کہتے ہیں۔ اس مجلس میں کسی نے کوئی اچنبھے کی بات کہی تو اس کے مونہہ سے بے اختیار رام رام نکل گیا۔ کسی نے کہا کہ مسلمان ہو کر بھی رام رام ہی کہتے ہو۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ میری زبان پر اللہ تعالےٰ کا لفظ تو آہستہ آہستہ ہی جاری ہو گا اور رام رام ذرا مشکل سے ہی نکلے گا۔ تو انسان کو جس بات کی عادت پڑ جائے اس کا نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے اگر ہماری جماعت تعاون کے ساتھ اس بات کے پیچھے پڑ جائے۔ کہ اسلامی تعلیم کو رائج کرنا ہے۔ اس کے متعلق کتابیں لکھی جائیں۔ سوال و جواب کے رنگ میں

چھوٹے چھوٹے رسالے

شائع کئے جائیں۔ جس طرح پکی روٹی یا اور اسی قسم کی پنجابی کتابیں موجود ہیں۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں۔ کہ ان میں کیا ہے۔ لیکن بہر حال ایسی چھوٹی چھوٹی کتابیں جنمیں سوال و جواب کی صورت میں اسلامی باتیں سکھائی گئی ہوں۔ تو ایسی کتب اس مقصد کے حصول کے لئے بہت مفید ہو سکتی ہیں۔ اس لئے پنجابی میں اردو میں نظم میں نثر میں ایسی باتیں لوگوں کے ذہن نشین کی جائیں۔ کہ فلاں موقعہ پر کیا کرنا چاہیئے۔ فلاں بات یوں کرنی چاہیئے۔

غصّہ کے وقت

جو جذبات انسان کے ہوتے ہیں۔ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا کرنا چاہیئے مثلاً رسول کریم صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر غصہ آجائے

تو بیٹھ جاؤ - پھر بھی غصہ فرو نہ ہو - تو ٹھنڈا پانی پیؤ - پھر بھی اگر غصہ دور نہ ہو - تو وہاں سے ہٹ جاؤ - اب اگر یہ باتیں لوگوں کو اچھی طرح یاد کرا دی جائیں - تو روزمرہ کے وعظوں کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ سکتی ناممکن ہے کہ ان سب باتوں پر انسان عمل کرے اور پھر بھی اس کا غصہ دور نہ ہو - ان سب باتوں کے کرنے کے دوران میں ضرور کسی نہ کسی نماز کا وقت آ جائے گا - اور اگر انسان نماز باترجمہ جانتا ہو - تو ضروری ہے - کہ نماز کے وقت اس کا غصہ دور ہو جائے - پھر ایک صورت غصہ کی یہ ہو سکتی ہے - کہ جس بات کے متعلق غصہ ہے وہ مستقل نقصان کا موجب ہو سکتی ہو - اور ہو بھی میاں بیوی کے درمیان - اس حالت کے متعلق بتایا جائے کہ اسلامی تعلیم کی رو سے مسلمان کو کیا کرنا چاہیئے - مثلاً یہ کہ ایسے موقعہ پر اسلام کا حکم ہے کہ حکمًا من اهله وحكمًا من اهلها مقرر کرو - یہ ایک ایسا حکم ہے - جس پر عمل کی ضرورت میرے خیال میں ہزاروں کو پیش آتی رہتی ہے - مگر وہ اس پر عمل نہیں کرتے - کیونکہ انہیں علم ہی نہیں ہوتا - لوگ کرتے کیا ہیں - جب غصہ آیا جھٹ کہہ دیا - طلاق طلاق طلاق - تین طلاق - دس طلاق - سو طلاق - ہزار طلاق - تم میری ماں ہو - بہن ہو - حالانکہ اس سے زیادہ بیہودہ بات کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی -

ایک وقت میں تو تین طلاقیں جائز ہی نہیں ہیں - مگر لوگ اس طرح طلاق طلاق کہتے چلے جاتے ہیں - کہ گویا اس عورت کو سونٹے لگ رہے ہیں - اور انہیں وہ ذرائع معلوم ہی نہیں - جو غصہ کو فرو کرنے کے ہیں - اور پھر انہیں یہ بھی معلوم نہیں - کہ

مستقل نقصان کی صورت

میں اگر اس کا بیوی کے ساتھ - بھائی بہن ماں باپ یا ہمسایہ کے ساتھ جھگڑے سے تعلق ہو - تو اس کے متعلق کیا کیا احکام ہیں - حالانکہ اگر ان باتوں کا علم ہو - تو انسان بہت سی پریشانیوں سے بچ سکتا ہے پھر یہ پتہ نہیں - کہ بیٹے کی جائیداد کے معاملہ میں ماں باپ کیلئے کیا حکم ہے - شریعت نے بیٹے کی جائیداد پر والدین کا اختیار نہیں رکھا - اولاد کو یہ اخلاقی تعلیم دی ہے - کہ والدین کی خدمت کرے - مگر یہ نہیں - کہ جس طرح چاہیں اس کی جائیداد کو استعمال کر سکتے ہیں - اگر ماں باپ کو ایسا حق ہوتا تو ان کے لئے شریعت زکوٰۃ کو جائز نہ رکھتی - کیونکہ اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے لئے جائز نہیں - پھر بیٹے کی جائیداد میں باپ کے لئے شریعت نے ورثہ رکھا ہے اور انسان اپنے ہی مال کا وارث نہیں ہوا کرتا۔

پھر نکاح کے متعلق

باپ کی مرضی کو شریعت نے ایک حد تک ضروری رکھا ہے - اور اگر اس کی مرضی کے خلاف ہو تو باپ کہہ سکتا ہے - کہ بیوی کو طلاق دیدے مگر شادی ہو جانے کی صورت میں وہ یہ نہیں کہہ سکتا - کہ بیوی سے تعلق نہ رکھو - یا اس سے علیحدہ رہو - اگر لوگوں کو شریعت کے احکام کا علم ہو - تو اب اگر وہ نوسو ننانوے نافرمانیاں ہزار میں سے کرتے ہیں - تو پھر یقیناً ایک رہ جائے - اور وہ بھی کبھی جوش کی حالت میں - جوش کی حالت میں کسی بات کا نظر انداز ہو جانا اور بات ہے - لیکن عدم علم کی وجہ سے تو کئی احکام کی تعمیل سے انسان رہ جاتا ہے -

مگر میں دیکھتا ہوں - کہ ان امور کی طرف ہماری جماعت کے دوستوں کی کوئی توجہ نہیں - نہ ذمہ دار افسر توجہ کرتے ہیں نہ علماء سلسلہ - اور نہ انجمن کے ناظر - حالانکہ

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بعثت کی اصل غرض

جو آپ کو الہام میں بتائی گئی - یہی ہے - کہ يحيي الدين ويقيم الشريعة کہ وہ دین کو زندہ اور شریعت کو قائم کرے گا -

پس ہمارا فرض ہے - کہ شریعت جو مٹ چکی ہے - جو ہزاروں پردوں کے نیچے چھپ گئی ہے - مسلمانوں کے نہ عوام اس پر عمل پیرا ہیں - اور نہ علماء بلکہ ان کا علم بھی کسی کو نہیں حضرت مسیح علیہ السلام نے تو کہا تھا کہ فریسی جو کہتے ہیں - وہ کرو - جو کرتے ہیں - وہ نہ کرو - مگر اب تو یہ حالت ہے - کہ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے - اس لئے کہ جو کہا جاتا ہے وہ بھی اسلام کے خلاف ہے - اور جو کیا جاتا ہے - وہ بھی خلاف ہے - پس

ہمارا فرض

ہے - کہ ہزاروں توہمات اور رسومات کے نیچے دبے ہوئے اسلامی آثار کو پھر نکالیں - انگریز لاکھوں من مٹی کو کھدواتے ہیں اور جب نیچے سے قدیم زمانہ کا ایک مٹی کا پیالہ بھی مل جاتا ہے - تو بہت خوش ہوتے ہیں اور پھولے نہیں سماتے - مگر ہماری تو ساری جائیدادیں ہی مٹی کے نیچے دفن ہیں کیا ہمیں ان کے نکالنے کی کوئی فکر نہ کرنی چاہیئے - شریعت کے ایسے ایسے مخفی خزانے زمین کے نیچے دفن ہیں - کہ جن کی قیمت کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہو سکتا - انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں - جس کے لئے مفصل ہدایات موجود نہ ہوں - اور جو ایسی روشن نہ ہوں - کہ جنہیں دیکھکر تیز سے تیز نظر والے انسان کی آنکھیں بھی چندھیا نہ جائیں مگر یہ سب خزانے رسوم اور جہالتوں اور نسیان کی مٹی کے نیچے دفن ہیں - اور ایک بے قیمت چیز کی طرح پڑے ہیں - اور انہیں نکالنے کی طرف ہماری توجہ بالکل نہیں اور اس کام سے بالکل بے فکر ہیں -

پس میں احباب جماعت کو ان کا عہد یاد دلاتا ہوں - جو

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر

انہوں نے کیا تھا - اور یہ ہدایت کرتا ہوں کہ میرے اس خطبہ کو ہر جگہ تمام دوستوں کو اکٹھا کر کے سنایا جائے - اور ان سے پھر عہد لیا جائے - کہ وہ اسلامی تمدن اور اس کی تعلیم کے مطابق اپنی زندگی بسر کرینگے جلسہ سالانہ کی تقریر تو معلوم نہیں کب تک چھپے - گذشتہ سال کی تقریر بھی ابھی تک مجھے نہیں پہونچی - اس لئے دوست کوشش کریں - کہ یہ خطبہ ہر ایک احمدی تک پہنچ سکے یوں بھی جلسہ سالانہ پر سب لوگ نہیں آ سکتے - بہت سے احمدی ہیں - جنہوں نے اس تقریر کو نہیں سنا - پھر قادیان کے بھی کئی احمدی ہیں - جو انتظامات جلسہ کیوجہ سے یہ تقریر نہیں سن سکے - اس لئے قادیان کی سب مساجد میں بھی اس خطبہ کو بار بار پڑھکر سنایا جائے - اور جلسہ پر جو عہد لئے گئے تھے - انہیں بھی دوہرایا جائے - اور پھر جماعت سے وعدہ لیا جائے - کہ وہ اس پر عمل کرینگے - اور

احیاءِ دین اور قیام شریعت

کی بنیادوں کو مضبوط کریں گے - تا قلیل سے قلیل عرصہ میں وہ تمدن قائم ہو جائے جس کو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے - اور جس کو قائم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام مبعوث ہوئے تھے -

پس ہر جگہ یہ خطبہ سب دوستوں کو جمع کر کے سنایا جائے - قادیان میں بھی کئی مساجد میں نماز ہوتی ہے - اس لئے یہاں بھی ہر مسجد میں اسے سنایا جائے - اور دوبارہ سب سے وعدے لئے جائیں - کہ وہ اس کی ہدایتوں کے مطابق عمل کریں گے - بیرونی جماعتوں میں کثرت سے ایسے لوگ ہیں - جو جلسہ کے موقع پر نہیں آئے تھے - اس لئے اس امر کی ضرورت ہے - کہ اس خطبہ کو لوگوں تک پہنچایا جائے - اور اسے سنا کر

لوگوں سے اقرار

لئے جائیں - کہ وہ آئندہ اسلامی تمدن اور تہذیب کے مطابق عمل کرینگے - اور جہاں تک حکومت کا قانون ان کو اجازت دیتا ہے تمدنی - معاشی - معاشرتی اور دوسرے معاملات میں اسلامی تعلیم کو رائج کرینگے یہ کوئی معمولی کام نہیں - بعض چیزیں جو دل میں گڑ جاتی ہیں - ان کا نکالنا مشکل ہوتا ہے - اس لئے اس کام پر سخت جد وجہد کرنی ہوگی - مثلاً بد دیانتی اور محنت نہ کرنے کا مرض ہے - یہ ایسا مرض ہے جو بہت ہی خطرناک اور بہت سے نقصانات کا موجب ہے - اور یہ ہماری جماعت میں بھی پایا جاتا ہے - بعض لوگ دوسروں سے بلا وجہ روپیہ لے لیتے ہیں - اور پھر ادا کرنے کے وقت ہنس کر کہدیتے ہیں - کہ ضائع ہو گیا - بعض امانتیں رکھ لیں گے - مگر پھر ادا نہیں کرینگے - اور ان چیزوں کو دور کرنے کے لئے ہمارے دوستوں کو بہت سی لڑائی اپنے نفسوں سے اور دوسروں سے کرنی پڑے گی - لیکن نتیجہ نہایت اچھا ہوگا - کیونکہ اگر ہماری جماعت اپنی

دیانت کا سکّہ

بٹھا دے - اور اس لحاظ سے اپنی شہرت قائم کرے تو اقتصادی مشکلات کا خود بخود حل ہو سکتا ہے اس صورت میں لوگ خود آ آ کر انکو روپیہ دینگے جب دہلی کا غدر ہوا ہے اسوقت دہلی میں حکیموں کا خاندان دیانت کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔

اب تو میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ انہوں نے اپنا وہ معیار قائم رکھا ہوا ہے یا نہیں لیکن ان دنوں میں اس لحاظ سے ان کی شہرت بہت تھی۔ اور ان کی بات بنک کی رسید سمجھی جاتی تھی۔ جب غدر ہوا۔ اس زمانہ میں اسی خاندان کے بڑے غالباً حکیم محمود خان صاحب تھے۔ جو پٹیالہ کے شاہی طبیب بھی تھے۔ اور ریاست پٹیالہ کی فوجیں انگریزوں کی فوجوں سے مل کر باغیوں سے لڑ رہی تھیں۔ جب دلی فتح ہوئی۔ تو ایسے موقعوں پر چونکہ لوٹ مار ہوتی ہے۔ اس لئے مہاراجہ پٹیالہ نے انگریز افسروں کو کہلا بھیجا۔ کہ ہمارے حکیم صاحب کے مکان پر ایک گارد رہے گی۔ تا ان کا مکان کوئی نہ لوٹ سکے۔ چنانچہ پٹیالہ کی فوج کی گارد ان کے مکان پر پہرہ دینے لگی۔ لوگ اپنی جانیں بچانے کے لئے شہر سے بھاگ رہے تھے اور جاتے جاتے اپنے قیمتی اموال کی پوٹلیاں معہ اپنے پتہ وغیرہ کے ان کی ڈیوڑھی میں پھینک جاتے تھے چونکہ گارد کی وجہ سے اندر جانا یا بات کرنا مشکل تھا۔ اس لئے بھاگتے بھاگتے ڈیوڑھی میں پھینک جاتے تھے۔ میں نے اپنے ننھیال کے رشتہ داروں سے یہ باتیں سنی ہیں۔ کہ امن قائم ہونے پر جب لوگ واپس آتے۔ تو ہر ایک کی امانت اسے مل گئی

ملک میں بددیانتی

عام ہونے کی وجہ سے یہ بات بہت ہی عجیب معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر دنیا میں اسلامی تعلیم قائم ہوتی۔ اور عمل اس کے مطابق ہوتا۔ تو یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ پس اگر ہماری جماعت کے اندر

امانت کی روح

قائم ہو جائے۔ تو پھر یہ سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ کہ روپیہ کہاں سے آئے میں مانتا ہوں۔ کہ سب بددیانت نہیں ہیں۔ لیکن جب سو میں سے دس بددیانت ہوں۔ تو باقیوں کی امانت بھی مشتبہ ہو جاتی ہے۔

یہ چیزیں ایسی ہیں۔ جو نظام کے ذریعہ سے ہی قائم کی جا سکتی ہیں۔ بغیر نظام کے نہیں۔ مثلاً اگر بددیانت کو سزا نہ دی جائے۔ تو اس کا انسداد نہیں ہو سکتا۔ مگر اب کیا ہوتا ہے۔ اگر کسی کے خلاف بددیانتی کی وجہ سے کارروائی کی جائے۔ تو محلہ کے آدھے لوگ اس کی تائید میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور جب یہ حالت ہو۔ تو کس کو سبق کیسے مل سکتا ہے۔ اور اس بدی کو کیسے مٹایا جا سکتا ہے۔ انگلستان کے تاجر اس بات میں مشہور ہیں۔ کہ وہ دھوکا نہیں کرتے۔ اور اس شہرت کی وجہ سے وہ فائدہ بھی بہت اٹھاتے ہیں۔ وہ امانت اور دیانت سے تجارت اس وجہ سے نہیں کرتے۔ کہ وہ اس کو مذہباً اچھا سمجھتے ہیں۔ بلکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کو چھوڑنے سے ہماری تجارت کو نقصان پہنچے گا۔ مذہب کے وہ اتنے قائل نہیں رہتے۔ مگر تجارتی مفاد کے لئے اس حکم پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔ اس لئے تجارتی دنیا میں ان کی بات کو بہت پختہ سمجھا جاتا ہے۔ ان میں بھی بددیانت لوگ ہیں۔ مگر بہت بڑی کثرت چونکہ دیانت سے کام کرنے والوں کی ہے۔ اس لئے وہ اپنی قومی ساکھ کو قائم رکھ رہے ہیں۔ تو

قومی دیانت

سے ایسا اعتبار قائم ہو جاتا ہے۔ کہ غیر قوموں کے لوگ بھی خود آ آ کر روپیہ دیتے ہیں۔ مسلمانوں میں جب تک دیانت قائم تھی۔ تجارت کا یہی اصول تھا۔ جب تاجروں کا قافلہ روانہ ہونے لگتا۔ تو لوگ خود آ آ کر روپیہ دے جاتے تھے۔ وہ لے آتے تھے اور پھر واپس جا کر منافع ان میں تقسیم کر دیتے تھے۔ آج لوگ کہتے ہیں۔ ہم تجارت کس طرح کریں۔ حالانکہ اگر قومی دیانت قائم ہو جائے۔ تو وہ لاکھوں روپیہ جو لوگوں کے گھروں میں پڑا ہے فوراً باہر آ سکتا ہے۔ یہاں قادیان میں ہی لوگوں کے پاس کافی روپیہ ہے۔ اگرچہ تنخواہیں اور آمدنیاں کم

ہیں۔ مگر ہم چونکہ کفایت سے گزارہ کرنا سکھاتے ہیں۔ اور اسراف سے روکتے ہیں۔ اس لئے لوگ کچھ نہ کچھ پس انداز کر لیتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ جب کسی نفع مند سودا کا موقع ہو۔ تو لوگ مجھے لکھتے ہیں۔ کہ سفارش کریں۔ یہ ہمیں حاصل ہو جائے۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ کسی ایسے موقعہ پر باہر سے کسی کی طرف سے انتظار کرنا پڑے اگر ایک ہزار کی جائداد کے متعلق دس بھی ایسی درخواستیں آئیں۔ تو اس سے یہ تو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ان دس لوگوں کے پاس دس ہزار روپیہ موجود ہے پس اگر لوگوں کو یہ یقین ہو جائے۔ کہ دوسروں کے ہاتھ میں جا کر ان کا روپیہ محفوظ رہے گا۔ تو نہ صرف احمدی بلکہ دوسری قوموں کے لوگ بھی بخوشی اپنا روپیہ دے سکتے ہیں۔ مگر یہ بات انفرادی دیانت سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ شہرت ہمیشہ قومی دیانت ہی پکڑتی ہے۔ اور اسی وقت لوگ اپنا روپیہ دینے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں۔ جب یہ بات عام طور پر تسلیم کی جا چکی ہو۔ کہ

احمدی بددیانت نہیں ہو سکتا

میں بتا چکا ہوں۔ کہ انگلستان کے تاجر اپنی اس دیانت کی وجہ سے تمام دنیا سے مال و دولت اکٹھی کر کے لے گئے ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ انکے ساتھ معاملہ کرنے میں دھوکا کا خطرہ نہیں۔ اس لئے وہ سودا دو پیسہ گراں لے لے گا مگر لے گا انگلستان سے ہی۔ تو بعض باتیں بظاہر چھوٹی ہوتی ہیں۔ مگر وہ اقوام کی حالت کو بدل کر رکھ دیتی ہیں۔ جس طرح دیانت قوم کی مالی حالت کو بہتر بنا دیتی ہے۔ اسی طرح بددیانتی سے نقصان پہنچتا ہے۔ ایک شخص جو ایک روپیہ کسی کا کھا جاتا ہے۔ وہ تو خیال کرتا ہے۔ کہ میں نے ایک روپیہ کھایا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک نہیں ایک کروڑ بلکہ ایک ارب کھاتا ہے کیونکہ اس کے ایک روپیہ کھانے کے یہ معنے ہیں۔ کہ قومی دیانت پر حرف آئے گا۔ اور قومی دیانت کی شہرت

کی صورت میں دوسروں سے جو کروڑہا روپیہ حاصل کیا جا سکتا تھا۔ وہ نہ مل سکے گا۔ کیونکہ اس کی بددیانتی سے قومی دیانت کے متعلق شکوک پیدا ہو جائیں گے۔

پس یہ معمولی باتیں نہیں ہیں۔ اور نہ معمولی کوشش سے حاصل ہو سکتی ہیں اور اگر تم انہیں اپنے اندر پیدا کر لو۔ تو پھر حکومتیں بھی اور بادشاہتیں بھی تمہارے سامنے جھکیں گی۔ اور سمجھیں گی کہ ان سے ملنے میں فائدہ ہے۔ اسی طرح اگر تم سچائی کا معیار بلند قائم کر لو تو اگر ایک شخص تم پر الزام لگانے والا ہو۔ تو سو اس کی تردید کے لئے کھڑا ہو جائیگا۔ اور کہیگا کہ ہرگز نہیں احمدی جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ اخلاقی لحاظ سے اصولی صداقتیں چار ہیں۔ دیانت۔ صداقت۔ محنت اور قربانی اور اگر یہ چار تم اپنے اندر پیدا کر لو۔ تو یقیناً تم کامیاب ہو سکتے ہو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی شان سے تعلق رکھنے والی ابتدائی صفات چار ہی ہیں۔ اسی طرح یہ

چار اصولی صداقتیں

ہیں۔ جن کے ماتحت سارے اخلاق آ جاتے ہیں میں اس مضمون کو زیادہ وضاحت سے بیان کرنا چاہتا تھا۔ مگر اب چونکہ دیر ہو گئی

اعلان نکاح

ڈاکٹر محمد نوشاد صاحب اسسٹنٹ سرجن ڈسٹرکٹ بورڈ (؟) کا نکاح ماہ رشیدہ بیگم بنت قاضی محمد عمر صاحب قاضی خیل ہوتی مردان سے بعوض آٹھ سو روپے مہر پر ماسٹر محمد شاہ صاحب نے ۱۷ دسمبر کو پڑھا۔ احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ جانبین کے لئے رشتہ مبارک کرے۔

خاکسار خلیل الرحمن

ولادت

میرے لڑکے مولوی سید احمد صاحب مولوی فاضل کے ہاں ۸ جنوری لڑکا تولد ہوا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے سلیم احمد نام تجویز فرمایا۔ احباب مولود کے خادم دین بننے اور درازی عمر کیلئے دعا کریں۔ نیز زچہ اور بچہ بیمار ہیں ان کی صحت کیلئے بھی دعا فرمائیں۔ خاکسار سید غلام غوث پنشنر۔ قادیان

ضروری تصحیح

۱۸ جنوری ۱۹۳۸ء کے الفضل میں جو وصایا شائع ہوئی ہیں۔ ان میں میاں عبدالحمید صاحب ۵۹۳۵ کی وصیت بھی شائع ہوئی ہے۔ موصی کی ولدیت بجائے محمد حنیف صاحب کے محمد یوسف صاحب لکھی گئی ہے۔ احباب کرام تصحیح فرمالیں۔

سکرٹری بہشتی مقبرہ

بعدالت ہائی کورٹ آف جوڈیکیچر بمقام لاہور

دیوانی ابتدائی مقدمہ نمبر ۲۲۴ آف ۱۹۳۷ء

بمعاملہ ایکٹ کمپنی ہائے ہند نمبر ۷ ۱۹۱۳ء اور دی پنجاب کارپوریشن لمیٹڈ لائل پور

اور درخواست منجانب کمپنی زیر دفعہ نمبر ۱۲ ایکٹ کمپنی ہائے ہند بدیں استدعا کہ کمپنی کے اغراض ومقاصد میں اضافہ کرنے کے لئے جو سپیشل ریزولیوشن منظور کیا گیا ہے اس کی تصدیق حاصل کی جائے۔

تمام متعلقین کو اطلاع

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے۔ کہ مسٹر رتن لال چاؤلہ ایڈووکیٹ نے کمپنی مذکور کی جانب سے ایک درخواست ۲۲ نومبر ۱۹۳۷ء کو بدیں استدعا عدالت ہذا میں گزرانی ہے کہ اس سپیشل ریزولیوشن کی جو ۲۲ اگست ۱۹۳۷ء کو دی پنجاب کارپوریشن لمیٹڈ لائل پور کے اغراض ومقاصد میں اضافہ کرنے کے لئے پاس کیا گیا۔ تصدیق حاصل کی جائے۔

از آنجا یہ ہدایت کی گئی ہے۔ کہ درخواست مذکور عدالت ہذا میں ۴ فروری ۱۹۳۸ء کو دس بجے قبل دوپہر پیش ہو۔ اور اگر کوئی شخص زیر ایکٹ متذکرۃ الصدر ایسے حکم کے اصدار کے خلاف جس کی درخواست مذکور میں استدعا کی گئی ہے کچھ کہنا چاہے تو وہ عدالت ہذا میں بوقت سماعت اصالتاً یا وکالتاً یا بذریعہ اٹارنی پیش ہو۔

نیز اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص درخواست متذکرہ بالا کی نقل لینا چاہے تو وہ عدالت ہذا میں درخواست کرنے پر اور اس کی مقررہ فیس ادا کرنے کے بعد مہیا کی جائیگی۔

آج بتاریخ ۱۴ جنوری ۱۹۳۸ء کو بہ ثبت دستخط ہمارے و مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) کے۔ سی۔ دیب۔ ڈپٹی رجسٹرار

ہر ایک احمدی دوست کا فرض ہے

کہ بطور ہمدردی تمام ہندو مسلمان اور سکھ صاحبان تک ہمارا یہ پیغام پہنچادے کہ اگر آپ خود یا آپ کا کوئی دوست یا کوئی رشتہ دار کسی قسم کی بیماری میں مبتلا ہے۔ تو ہمارے بزرگ محترم حضرت خلیفہ اول علامہ مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ طبیب شاہی ریاست جموں کی مجرب ادویات استعمال کریں جن کو ہم نے ان کے ارشاد و ہدایت کے ماتحت تیار کیا ہے نیز ہر قسم کے امراض میں آپ لوگ ہم سے مشورہ طلب کر سکتے ہیں۔ بحمد اللہ یہ دواخانہ رحمانی ۱۹۱۰ء سے حضرت علامہ ممدوح کی اجازت و مشورہ سے قائم شدہ ہے۔ اور ان دنوں یہ سرپرستی و نگرانی حضرت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان نہایت خوبی سے کام کر رہا ہے۔ اور اس کی تیار کردہ ادویہ سو فیصدی فائدہ بخشتی ہیں۔ ۱ کا ٹکٹ بھیج کر فہرست مفت طلب کریں۔ نیز جن کے بچے چھوٹی عمر میں فوت ہو جاتے ہوں یا مردہ پیدا ہوتے ہوں یا حمل گر جاتا ہو۔ اس کو اٹھرا کہتے ہیں۔ اس کے لئے ہماری تیار کردہ محافظ اٹھرا گولیاں رجسٹرڈ استعمال کریں۔ اور قدرت خدا کا زندہ کرشمہ دیکھیں۔ قیمت فی تولہ سوا روپیہ مکمل خوراک گیارہ تولہ یکمشت خرید کرنے والے کو ایک روپیہ فی تولہ دی جاویں گی۔

عبدالرحمٰن کاغانی اینڈ سنز دواخانہ رحمانی۔ قادیان

بعدالت ہائی کورٹ آف جوڈیکیچر بمقام لاہور

دیوانی ابتدائی مقدمہ نمبر ۲۳۰ آف ۱۹۳۷ء

بمعاملہ ایکٹ کمپنی ہائے ہند نمبر ۷ ۱۹۱۳ء اور دی کیشپ موٹرز لمیٹڈ لاہور

اور درخواست منجانب کمپنی زیر دفعات نمبر ۱۲ و ۱۳ ایکٹ کمپنی ہائے ہند بدیں استدعا کہ کمپنی کے اغراض ومقاصد میں اضافہ کرنے کے لئے جو ریزولیوشن منظور کیا گیا ہے اس کی تصدیق حاصل کی جائے۔

تمام متعلقین کو اطلاع

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسٹر ترنیندر ا ناتھ کھوسلہ ایڈووکیٹ نے کمپنی مذکور کی جانب سے ایک درخواست ۳۰ نومبر ۱۹۳۷ء کو بدیں استدعا عدالت ہذا میں گزرانی ہے۔ کہ اس ریزولیوشن کی جو دی کیشپ موٹرز لمیٹڈ لاہور کے اغراض ومقاصد میں اضافہ کرنے کے لئے پاس کیا گیا تھا۔ تصدیق حاصل کی جائے۔

از آنجا یہ ہدایت کی گئی ہے۔ کہ درخواست مذکور عدالت ہذا میں ۴ فروری ۱۹۳۸ء کو دس بجے قبل دوپہر پیش ہو۔ اور اگر کوئی شخص زیر ایکٹ متذکرۃ الصدر ایسے حکم کے اصدار کے خلاف جس کی درخواست مذکور میں استدعا کی گئی ہے کچھ کہنا چاہے تو وہ عدالت ہذا میں بوقت سماعت اصالتاً یا وکالتاً یا بذریعہ اٹارنی پیش ہو۔ نیز اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص درخواست متذکرہ بالا کی نقل لینا چاہے۔ تو وہ عدالت ہذا میں درخواست کرنے پر اور اس کی مقررہ فیس ادا کرنے کے بعد مہیا کی جائیگی۔

آج بتاریخ ۱۴ جنوری ۱۹۳۸ء بہ ثبت دستخط ہمارے و مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) کے۔ سی۔ دیب ڈپٹی رجسٹرار

جنرل سروس آپکی کیا خدمت کرسکتی ہے

آپ کے لئے ہر قسم کی جائداد۔ خریدتی۔ فروخت کرتی اور رہن کرتی ہے۔ مکان کرایہ پر چڑھاتی ہے۔ جائدادوں کی نگرانی کرتی ہے۔ مکان بنانے والوں کو سامان وغیرہ کے متعلق مفید مشورہ دیتی ہے۔ بجلی۔ نلکہ اور موٹر پمپ فٹنگ کرتی ہے۔ ہر قسم کا سامان بجلی۔ پنکھے۔ لیمپیں۔ استریاں۔ چولہے وغیرہ ارزاں قیمت پر مہیا کرتی ہے۔

مینیجر جنرل سروس کمپنی قادیان

متعدد و تکلیف دہ امراض کیلئے عرق نور

اپنی حیرت انگیز زود اثری کے باعث حد درجہ مقبول ہو چکا ہے اگر آپ کو یا آپ کے کسی عزیز کو بڑھی ہوئی تلی ضعف جگر یا معدہ کمی بھوک کمزوری مثانہ۔ یرقان دائمی قبض۔ پرانا بخار۔ کھانسی جیسے امراض تکلیف دے رہے ہوں تو اسکے لئے عرق نور اکسیر اعظم ثابت ہوگا۔

عورتوں کے تمام پوشیدہ امراض خصوصاً بانجھ پن اور اٹھرا کیلئے مجرب المجرب دوا ہے۔ ماہواری خرابی قلت خون اور دردوں کو دور کرکے رحم کو قابل تولید بناتا ہے۔ مصفی خون ہونیکے علاوہ اپنی مقدار کے برابر صالح خون پیدا کرتا ہے۔ قیمت فی شیشی یا پیکٹ ۱۲ مکمل خوراک ۳ علاوہ محصولڈاک دیگر ادویات کی فہرست مفت طلب کریں۔

ڈاکٹر نور بخش اینڈ سنز عرق نور قادیان (پنجاب)

اشتہار ریاست جودھپور (مارواڑ)

میلہ مویشی بمقام ناگور ریاست ہذا موسومہ میلہ رامدیو جی

ماگھ سدی ۱۲ سمت ۹۴ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۳۸ء لغایتہ پھاگن بدی ۵ مطابق ۱۹ فروری ۱۹۳۸ء

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ صوبہ جات دہلی پنجاب۔ یوپی اور راجپوتانہ کے کاشتکاران کی سہولیت کی غرض سے ایک میلہ مویشی بمقام ناگور منعقد کیا گیا ہے ناگور کا پرگنہ بیل کی نسل کے واسطے ہندوستان بھر میں مشہور ہے اور کاشتکاروں کو اعلیٰ قسم کی نسل کا بیل و اونٹ اس میلہ میں بآسانی دستیاب ہو سکتا ہے۔

ناگور ریلوے سٹیشن ہے اور ریلوے کی طرف سے گاڑی میں بیل چڑھانے کا معقول انتظام کیا جاوے گا پانی کا تالاب میدان میلہ کے قریب ہے اور عمدہ قسم کا چارہ مقام میلہ پر دستیاب ہوگا۔ بیل پر محصول بجائے تین ۳ روپے کے دو ۲ روپے اور اونٹ پر بجائے چھ روپے کے تین روپے کر دیا گیا ہے۔

سوداگروں کے ٹھہرنے کے واسطے چھولداری کرایہ پر دی جاوے گی۔ چوکی پہرہ و خزانہ کا انتظام سرکاری طور پر کیا جاوے گا۔ اعلیٰ قسم کے بیل بچھڑوں کے مالکان کو انعام دیا جاوے گا سرکاری خزانہ سے سوداگروں کو روپیہ کے نوٹ اور نوٹ کے روپیہ بنا کسی کمیشن آسانی سے دیئے جائیں گے۔

Madho Singh Home Minister Government of Jodhpur 7.12.37.

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر الفضل قادیان سے شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی